حضرت العلامہ
# مولانا شمس الحق افغانی
## ایک علمی اور تاریخی شخصیت

سابق صوبہ سرحد کے ضلع پشاور میں تحصیل چارسدہ علاقہ ہشتنگر کی سرسبز و شاداب زمین نے ماضی قریب میں بڑے بڑے علماء صوفیاء مجاہدین سیاسی راہنما ادباء اور شعراء پیدا کئے، جنہوں نے ظلم و استبداد کیخلاف مالی جانی اور لسانی و قلمی جہاد کیا اور امت مسلمہ کی ناموس کو اسلام دشمن عناصر کے دست برد سے محفوظ رکھتے ہوئے سر کی بازی لگا دی۔ ان میں سے بعض تو اللہ تعالیٰ کو پیارے ہوئے جن کی داستان زندگی اس سرزمین کے چپہ چپہ پر بکھری پڑی ہے

کچھ قمریوں کو یاد ہے کچھ بلبلوں کو حفظ　　چمن میں ٹکڑے ٹکڑے انکی داستان کے ہیں

اور بعض ابھی تک ملک و ملت کی خدمت میں رات دن سرگرم عمل ہیں، ان میں سے ایک عظیم شخصیت جو آسمان علم و تصوف کا ایک چمکتا ہوا تارہ قافلہ محمدی کا ایک عظیم قائد شمس المعارف حضرت العلامہ مولانا الحاج شمس الحق صاحب افغانی مدظلہ العالی ہیں جن کی علمی و ملی خدمات نے پاک و ہند کے بلند پایہ مفکرین سے خراج تحسین حاصل کیا ہے اور جن کو علمی سوسائٹی میں عظمت کا فلک الافلاک سمجھا جاتا ہے، لیکن بہت کم لوگ ہوں گے جو آپکی شخصیت اور کارناموں سے واقف ہوں گے۔

امام عبداللہ الذہبی فرماتے ہیں، "جو لوگ اپنی برگزیدہ اور انقلابی ہستیوں کے صحیح حالات سے واقف نہ ہوں اور نہ جانتے ہوں کہ ان کے راہنماؤں اور لیڈروں نے ملک و ملت کی کیا خدمت کی ہے، ان کے اعمال کیسے تھے، کیا کرتے تھے اور کیا کہتے تھے، تو وہ لوگ تاریکی اور ظلمتوں میں پڑے ہوئے ہیں، اسی طرح دال گلبرٹ جرمنی کا ایک مفکر بھی رقم طراز ہے، "جو لوگ اپنے بزرگوں اور اسلاف کے صحیح حالات کا مطالعہ نہیں کرتے۔ وہ ان کا مقام ہی نہیں پہچان سکتے۔"

مولانا کی زندگی پر تفصیل سے لکھنا اور آپ کے علمی، مذہبی، تاریخی اور اصلاحی کارناموں کو مکمل

طور پر تحریر میں لانا تو کسی کامل الفن کا کام ہے جس نے مولانا کو قریب سے دیکھا ہو، اور آپ کے زیر دامن کافی عرصہ رہا ہو۔ میں تو آنے والوں کے لئے کچھ اشارات دیکر مواد فراہم کرتا ہوں۔

پیدائش | اسم گرامی شمس الحق ابن مولانا غلام حیدرؒ لقب شمس المعارف تحصیل چارسدہ کے ترنگزئی نامی گاؤں میں ۵ ستمبر ۱۹۰۱ء کو ایک معزز خاندان میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد بزرگوار مولانا غلام حیدر ابن مولانا خان عالم ابن مولانا سعد اللہ صاحب کو نقیہہ وقت مولانا عبد الحلیمؒ والد ماجد مولانا عبد الحیؒ سے شرف تلمذ حاصل تھا۔ علوم دینیہ میں یکتا ئے زمانہ تھے۔ پشتو اور فارسی زبان کے بلند پایہ اور صاحب طرز شاعر تھے، آپ کے کلام میں عالمانہ شان اور صوفیانہ رنگ جھلکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ پڑھنے والا متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ آپ کے پردادا مولوی سعد اللہ صاحبؒ اُن چند مشاہیر علماء میں سے تھے جنہوں نے مجاہد کبیر حضرت سید احمد شہید بریلویؒ کی امارت میں جہاد کرتے ہوئے جام شہادت نوش فرمایا تھا۔ مشہور سوانح نگار جناب غلام رسول مہر نے سید صاحب کے حالات زندگی پر جو کتاب لکھی ہے خلفاء کی فہرست میں آپ کا نام نامی چوتھے نمبر پر ہے۔

ترنگزئی ہی میں اپنے والد ماجد سے قرآن شریف صرف ونحو اور نظم وفقہ کی ابتدائی کتابیں پڑھیں ۲۸ جولائی ۱۹۰۹ء کو پرائمری سکول میں داخلہ لے لیا، اور ۱۹۱۳ء میں سند کامیابی حاصل کر کے اسی ہی اسکول میں مدرس مقرر کئے گئے۔ اس وقت میر کریم بخش سکولوں کے انسپکٹر تھے۔ ترنگزئی ہی کے ایک صاحب غلام سید نامی نے جو مڈل پاس کئے ہوئے تھا، مولانا کے خلاف درخواست دیکر آپ کو ملازمت سے برطرف کرا دیا۔

چونکہ مولانا کو بچپن ہی سے علوم دینیہ سے قلبی لگاؤ تھا، اس لئے اللہ تعالیٰ کا نام لیکر طالب علم میں نکلے، اور اسکو نہایت محنت وشوق سے حاصل کر کے ان میں اتنا کمال حاصل کیا کہ آج آپ کا شمار پاک وہند کے اُن چند بلند پایہ مفکرین میں ہوتا ہے، جن پر ملک وملت کو بجا طور پر فخر ہے۔ آپ نے علم کی دُھن میں کوہستان اور افغانستان جیسے دور دراز علاقوں کا سفر کیا۔ آپ کے دل میں محبت علم کا ایک ولولہ تھا جو آپ کو شہر بہ شہر پھراتا رہا۔ علوم مروجہ میں کمال حاصل کرنے کے بعد آپ دورۂ حدیث شریف کے لئے ہندوستان روانہ ہوئے۔ اور ۲۰ شوال ۱۳۳۹ھ مطابق ۱۹۲۰ء کو دار العلوم دیوبند ادامہا اللہ میں داخلہ لیا اور نادرہ روزگار شیخ الفقہاء حافظ الحدیث حضرت علامہ محمد انور شاہ کاشمیریؒ سے سماعِ حدیث کیا۔

۱۵ شعبان ۱۳۴۰ھ کو دار العلوم سے امتیازی سند حاصل کر کے وطن واپس تشریف لائے۔

اور اسی ہی سال یعنی ذیقعدہ سنہ ۱۳۴۰ھ کو حج بیت اللہ شریف اور زیارت نبوئی سے مشرف ہوئے۔ اس مبارک سفر سے وطن واپس ہوتے ہی سلسلۂ درس و تدریس شروع ہوا۔ پاک و ہند کے مختلف علاقوں اور شہروں میں آپ نے علم و حکمت کے جواہر بکھیرے اور ہزاروں تشنہ گان علم نے اس حسین و جمیل اور پاک و شفاف چشمہ سے اپنی پیاس بجھائی، درس و تدریس کے ابتدائی دور میں مولانا تقریر کرنے سے ہچکچاتے تھے۔ مولانا نے خود دارالعلوم دیوبند کے زمانے کا ایک واقعہ بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا

"یہ وہ وقت تھا کہ مولانا حبیب الرحمٰن صاحب نور اللہ مرقدہٗ دارالعلوم دیوبند کے مہتمم اور مولانا شبیر احمد عثمانیؒ اور شاہ انور شاہ الکاشمیریؒ اساتذہ تھے۔

ہندوستان میں شدھی تحریک زوروں پر تھی۔ مولانا حبیب الرحمانؒ نے پچاس علماء کا ایک وفد ترتیب دیکر مجھے اسکی قیادت سونپی۔ اس وقت میں عجیب مخمصے کی حالت میں تھا کیونکہ وسعت اور روانیٔ تقریر کا فقدان تھا۔ آگرہ کے مقام پر خواب دیکھتا ہوں کہ سرزمین عراق میں دریائے دجلہ کے کنارے ریتلے ساحل پر جارہا ہوں۔ آس پاس کچھ لوگ نظر آئے۔ ساتھ ہی ایک گنبد دکھائی دیا، پوچھا، یہ گنبد کیا ہے۔؟ جواب ملا کہ یہ امام اعظم ابوحنیفہؒ کا مزار ہے۔ آگے جاکر دیکھتا ہوں کہ ایک بڑے اجتماع کے سامنے امام غزالیؒ منبر پر بیٹھے تقریر کر رہے ہیں۔ مجھے دیکھا تو نیچے اتر آئے۔ ہاتھ سے پکڑ کر منبر پر بٹھایا اور تقریر کرنے کا حکم دیا۔ میں نے عذر پیش کر کے کہا کہ حضرت مجھے تقریر کرنا نہیں آتا۔ اتنے میں بارش برسنے لگی اور مجمع خود بخود منتشر ہوگیا۔" پھر فرماتے ہیں:

دوسری رات ایک اور خواب دیکھا۔ ایک عظیم مسجد ہے جس میں گھاس بچھی ہوئی اور منبر رکھا ہوا ہے، منبر کے قریب ایک سفید ریش انسان چادر میں لپٹا ہوا بیٹھا ہے، مجھے دیکھا تو فرمایا: مجھے اٹھا کر منبر پر بٹھا دو۔ میں نے زور لگایا لیکن اٹھا نہ سکا۔ آخر ان کے کہنے پر بسم اللہ پڑھ کر خوب زور لگا کر بڑی مشکل سے اٹھایا اور منبر پر بٹھایا۔ پوچھنے پر معلوم ہوا کہ یہ دارالعلوم دیوبند کے بانی قاسم العلوم والخیرات حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ ہیں۔ صبح ہوئی، طبیعت میں کافی فرق تھا، سینے میں کشادگی اور نیا جوش محسوس کر رہا تھا۔ خوابوں کی تعبیر امام اعظمؒ اور حضرت مولانا محمد قاسمؒ سے حسی اور علمی نسبت اور امام غزالیؒ سے تقریر اور کشادگی نکالی۔

اس کے بعد تبحر علمی اور روانیٔ تقریر کا کوئی ٹھکانہ نہیں۔ ذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء۔ مولانا نے فرمایا کہ یہ واقعات سنہ ۱۹۲۶ء کے ہیں۔

سنہ ۱۹۳۹ء میں مولانا کو سابق ریاستہائے متحدہ بلوچستان قلات کے والی کی طرف سے وزارت معارف

کی پیش کش کی گئی۔ چنانچہ اکابر دیوبند کے مشورہ پر آپ نے پیشکش قبول فرمائی۔ اور اسی ہی سال آپ نے قلمدانِ وزارت سنبھالا۔ مولانا کے وزارت میں آنے سے ریاست کے شعبہ ہائے محکمۂ قضا میں ایک نئی روح پھونکی گئی۔

تمام تنازعات خواہ دیوانی سے تعلق رکھتے تھے یا فوجداری سے جلد از جلد قرآن و حدیث کی روشنی میں فیصلہ کئے جانے لگے۔ ریاست کے عوام خوشی اور اطمینان کی زندگی گذارنے لگے ـــــ اسی ذمہ دارانہ منصب پر مولانا پورے گیارہ سال متمکن رہے۔ اور قوم وملت کی نگہداشت سے ایک لمحہ بھی غافل نہ رہے۔ اسی دوران میں مولانا نے قضاء اور افتاء کے متعلق فقہ اسلامی سے چیدہ چیدہ اصول منتخب کرکے معین القضاۃ والمفتین کے نام سے شائع کرائی۔ اہل علم وقلم حضرات سے خراجِ تحسین حاصل کیا۔ مولانا کی علمی اور تدریسی زندگی کا مختصر خاکہ ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔ اس سے مولانا کی شان اُجاگر ہوتی ہے۔

- صدر مدرس مظہر العلوم کھڈہ کراچی ۱۳۴۱ھ
- صدر مدرس ارشاد العلوم تنبر لاڑکانہ سندھ ۱۳۴۲ھ
- صدر مدرس قاسم العلوم لاہور ۱۳۴۶ھ
- صدر مدرس دار الفیوض ہاشمیہ سجاول سندھ ۱۳۵۰ھ
- مدرس اعلیٰ دار العلوم دیوبند ۱۹۳۵ء
- وزیر معارف ریاست قلات ۱۹۳۹ء
- مدرس اعلیٰ جامعہ اسلامیہ ڈابھیل ۱۹۴۷ء
- دوبارہ وزیر معارف قلات ۱۹۴۷ء
- شیخ التفسیر والحدیث اکیڈمی کوئٹہ ۱۹۶۲ء
- صدر شعبۂ تفسیر جامعہ اسلامیہ بہاولپور تاحال ۱۹۶۳ء

تقریباً کل مدتِ تدریس علوم اسلامیہ ۲۰ سال اور کل عرصہ وزارتِ معارف شرعیہ ریاستہائے متحدہ بلوچستان قلات گیارہ سال۔ چنانچہ اب تک مولانا باوجود ضعف اور پیرانہ سالی کے تدریس وتالیف میں مشغول ہیں۔

تصنیفات | معین القضاۃ والمفتین کے علاوہ "اسلام اور کمیونزم" جو موجودہ دور کا ایک معرکۃ الآراء مسئلہ بنا ہوا ہے، ایک مدلل ایک بہترین اور معلوماتی کتاب ہے۔ عربی اور انگریزی میں

بھی اس کا ترجمہ شائع ہوا ہے۔ جامع ترمذی پر شرح بھی لکھ رہے ہیں جسکی پہلی جلد کتابت اور پریس کے حوالے کی گئی ہے، اسکے علاوہ اور بھی بہت سے مفید مقالے شائع ہوئے ہیں۔ آئین آریہ، شرعی ضابطہ دیوانی بزبان اردو، سوشلزم اور اسلام، اسلامی جہاد، اسلام دین فطرت ہے، اسلام عالمگیر مذہب ہے، ترقی اور اسلام ترجمہ بنگالی اور اردو، عربی مدارس کا اسلامی معاشرے پر اثر، وغیرہ علوم القرآن زیر طبع ہے۔ اکثر مقالات ماہنامہ الحق میں چھپ چکے ہیں اور اس ضمن میں الحق کو آپکے مضامین کی اشاعت کا خاص شرف حاصل ہوتا رہتا ہے۔

مولانا کا انداز بیان حکیمانہ ہوتا ہے۔ اس لئے عامی ہو یا عالم بغیر متاثر ہونے کے نہیں رہ سکتا۔ پیچیدہ سے پیچیدہ مسئلہ کو آسان طریقہ سے حل کر کے سائل کو مطمئن بنا دیتا ہے۔ ایک دفعہ کاتب الحروف کو سیدنا حضرت علیؓ کے اس قول: حدثوا الناس بما یعرفون ودعوا ما ینکرون اتحبون ان یکذب اللہ ورسولہ۔ کا مطلب بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ احکام خداوندی کی دو قسمیں ہیں۔ ایک ضروریہ اور حقائق جلیہ۔ جن کے بغیر علم کی تکمیل ممکن نہیں اور جن کا لوگوں کو سمجھانا از بسکہ ضروری ہے۔ مثال کے طور پر نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ اور صفات خداوندی کہ اللہ تعالیٰ سمیع قدیر اور خبیر ہے۔ دوسرے غیر مہمہ اور غامضہ جن کا اظہار عوام کے سامنے نہیں کرنا چاہیئے جیسا کہ صفات خداوندی عین ہیں کہ غیر یا کہ نہ عین ہیں اور نہ غیر یا مسئلہ تقدیر کی حقیقت وغیرہ۔

**تلامذہ** | آپکے شاگردوں کا سلسلہ دور دراز تک پھیلا ہوا ہے چند مشہور حضرات جو اب بھی دین محمدیؐ کی اشاعت میں دن رات سرگرم عمل ہیں، یہ ہیں:- خطیب پاکستان مولانا احتشام الحق تھانویؒ۔ مفتی عبداللہ استاد الحدیث خیر المدارس ملتان۔ مولانا محمد شریف صاحب استاد اعلیٰ خیر المدارس ملتان۔ مولانا نور محمد صاحب شیخ الحدیث مدرسہ ہاشمیہ سجاول کراچی۔ مولانا فضل احمد شیخ الحدیث مظہر العلوم کھڈہ کراچی۔ مولانا عبد الکریم صاحب شیخ الحدیث نجم المدارس کلاچی۔ مولانا لطافت الرحمٰن صاحب استاد بہاولپور اکیڈمی۔ مولانا عبد الرحمٰن شیخ الحدیث تعلیم القرآن راولپنڈی۔ مولانا عبد الرؤف شیخ الحدیث دار العلوم اسلامیہ چارسدہ۔

حضرت مولانا نے کئی ایک بین الاقوامی اسلامی کانفرنسوں میں شرکت کر کے پاکستان کا وقار دنیائے اسلام میں بلند کر دیا ہے۔ اسلام آباد میں ایک اسلامی کانفرنس میں سود کے بارے میں ایک مقالہ پیش کر کے ممالک اسلامیہ کے مندوبین سے اپنے علمی تبحر کا لوہا منوایا۔ اور وہ حضرت کے جواہر پارے سن کر عش عش کر اٹھے۔ ابھی حال ہی میں ۱۲ر اپریل تا ۱۸ر اپریل ۱۹۶۹ء کو لاہور میں اسلامی کانفرنس میں پاکستان کے وفد کے ممبر رہے اور اسلام اور اسکی عالمگیریت کو ثابت کرنے میں اہم کردار ادا کیا۔

رب العزت حضرت مولانا کو عمر دراز عطا فرمائے اور علوم دینیہ کی اشاعت کا وہ سلسلہ جاری رہے جو اُن کے دم سے قائم ہے۔